کیا متفقہ اسلامی احکام کو اجتہاد کے ذریعہ بدلا جا سکتا ہے؟

(از مولوی حافظ مجیب اللہ صاحب ندوی)

(۵)

حدِّ خمر (جز) اولیات عمرؓ کو تبدیلی احکام کے ثبوت میں پیش کیا جاتا ہے ان میں ایک حد خمر (شراب کی سزا) بھی ہے اس سلسلہ میں یہ کہا جاتا ہے کہ عہد نبویؐ اور عہد صدیقیؓ میں شرابیوں کو محض چالیس کوڑے سزا دیجاتی تھی مگر حضرت عمرؓ نے اپنے اجتہاد سے چالیس کے بجائے اسّی کوڑے سزا مقرر کی، بادی النظر میں تبدیلی احکام کی یہ دلیل واقعی بڑی وزنی معلوم ہوتی ہے۔ مگر اس سلسلہ کی تمام تفصیلات جب سامنے آتی ہیں تو پھر اس دلیل میں کوئی وزن باقی نہیں رہتا۔

قرآن میں شراب کی حرمت کا حکم تو صراحۃً آیا ہے مگر اُس کی سزا کے بارے میں صراحۃً کوئی حکم نہیں دیا گیا ہے۔ اس لیئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم شراب یا نشہ آور چیزوں کے پینے والوں کو ضرورت کے مطابق کم و بیش سزا تجویز فرمایا کرتے تھے، کوئی متعین تعداد آپ نے مقرر نہیں فرمائی، چنانچہ کبھی کسی شرابی کو دس بیس کوڑے یا لات مکے مار کر چھوڑ دیا گیا، اور کبھی تیس چالیس کوڑے اور کبھی اسّی چھڑی یا کوڑے تک کی سزا دی گئی۔ اور کبھی آپ نے حاضرین سے کہا مارو جس کو جو کچھ ملا اس نے اس سے مارا۔ اس کا کوئی خاص شمار نہیں تھا کہ کتنی سزا دی گئی۔ عہد نبوی کے چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

(۱) ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلی بار جب کوئی شراب پئے تو اس کو کوڑے لگاؤ۔ دوبارہ پئے تو پھر سزا دو، تیسری بار بھی ایسا ہی کرو اگر چوتھی بار[۲] پئے تو اس کو قتل کر دو۔ (ابو داؤد)

اس روایت سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ اس کو کتنی سزا دینی چاہیئے۔ مگر یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس گناہ کبیرہ پر کوئی اصرار کرنے لگے تو چوتھی یا پانچویں بار قتل کر دو۔ قتل کرنے کا جو حکم آپ نے دیا ہے وہ اگرچہ محض تہدید اور اس کی اہمیت کے لیئے ہے، واقعی قتل کرنا مقصود نہیں ہے یہ اسی طرح

[۱] اصل یہ ہے کہ تعیین و مقدار میں تو اختلاف ہے مگر شرابی پر حد سنت نبوی اور اجماع صحابہ سے بلاریب ثابت ہے وإما حد الشرب فانہ ثابت بسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واجماع المسلمین (السیاسۃ الشرعیۃ للامام ابن تیمیہ ص ۴۹)

[۲] بعض روایتوں میں پانچویں بار ہے۔

کا طرز بیان ہے جس طرح ہم بولتے ہیں کہ فلاں شخص تو گردن زدنی ہے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ نہ تو خود آپ نے کسی عادی شرابی کو قتل کی سزا دی، اور نہ خلفائے راشدین میں سے کسی نے ایسا کیا، مگر اس سے شراب نوشی کے جرم کی اہمیت اور شدت کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے۔

(۲) عبدالرحمٰن بن ازہر روایت کرتے ہیں کہ گویا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شرابی لایا گیا۔ آپ نے حاضرین سے کہا کہ اس کو پیٹو، چنانچہ کسی نے ہاتھ سے، کسی نے جوتے سے، کسی نے ڈنڈے سے، کسی نے کھجور کی تازہ ٹہنی سے مارا، اور کسی نے اپنے کپڑے سے جھٹکا دیا، اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشت خاک اس پر پھینکی۔ اس روایت میں بھی سزا کی کوئی تعیین نہیں۔

(۳) عقبہ بن حرث سے بھی بخاری میں اسی طرح کی روایت ہے، جس میں یہ ہے کہ نعیمان یا ابن نعیمان آپ کے سامنے لائے گئے، انہوں نے شراب پی تھی، آپ اس وقت گھر میں تشریف فرما تھے، جو لوگ وہاں بیٹھے تھے ان سے آپ نے فرمایا کہ ان کو مارو، چنانچہ لوگوں کو جو چیز ملی اس سے مارا۔

(۴) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک شرابی شخص کو آپ کے سامنے لایا گیا، آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ اس کو مارو، چنانچہ کسی نے مکے سے، کسی نے کپڑے سے، کسی نے جوتے سے مارا[۱]، پھر آپ نے فرمایا کہ بکتوہ اس کو زبانی زجر و توبیخ بھی کرو، چنانچہ کسی نے کہا کہ

ما اتقیت اللہ ما خشیت اللہ و ما استحییت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	تو اللہ کی نافرمانی سے بھی بچا نہیں، تجھ کو خدا کا خوف بھی نہیں آیا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نہیں شرمایا۔

کسی نے کہا کہ خدا تجھ کو رسوا کرے تو آپ نے اس سے منع فرمایا کہ اس سے شیطان کی مدد ہوتی ہے کیونکہ وہ تو چاہتا ہے کہ خدا کے کسی بندہ کی رسوائی ہو۔

سائب بن یزید سے مروی ہے کہ

کنا نوتی بالشارب علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و امرۃ	عہد نبوی، عہد صدیقی اور عہد فاروقی کے ابتدائی زمانہ تک جب ہمارے سامنے کوئی شرابی لایا جاتا

[۱] ابوداؤد اور بیہقی، ابوداؤد میں یہ روایت مختصر ہے اور بیہقی میں مفصل، ص ۲ انتہے الفاظ بخاری اور ابوداؤد دونوں میں ہیں، بقیہ الفاظ صرف ابوداؤد کے ہیں۔

ابی بکر وصدراً من خلافة عمر فنقوم الیہ تو ہم لوگ اس کو اپنے ہاتھوں جوتوں اور چادروں

بایدینا ونعالنا واردیتنا (بخاری) سے مارتے۔

غرض یہ کہ اس سلسلہ میں جتنی قولی روایتیں ہیں، ان میں سے کسی میں بھی یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے کتنی سزا دی، بلکہ آپ نے ہمیشہ حاضرین سے سزا دینے کے لئے کہا اور ان کو جو کچھ مل سکا اس سے شرابی کو زدوکوب کیا، اسی بنا پر حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی کی کوئی معین سزا مقرر نہیں کی، ابن عباسؓ کے الفاظ یہ ہیں لم یقت فی الخمر حداً (ابوداؤد) اور حضرت علیؓ کے الفاظ بخاری وغیرہ میں یہ آئے ہیں لم یسنہ آپ کا کوئی متعین طرز عمل اس بارے میں نہیں ہے (بخاری ومسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کے بارے میں صحابہ سے جو روایتیں مروی ہیں۔ ان پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے۔

(۱) حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شرابی لایا گیا تو آپ نے اس کو کھجور کی کھال یا ریشے کی بنی ہوئی چھڑی یا کوڑے سے تقریباً چالیس ضرب ماری" یہی طرز عمل حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اختیار کیا، مگر حضرت عمرؓ نے اسے اسّی کردیا (مسلم)

اسی روائت کے اوپر ان لوگوں کے استدلال کی بنیاد ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اسّی کوڑے کی سزا حضرت عمرؓ نے اپنے اجتہاد سے مقرر کی۔

(۲) عہد نبوی اور عہد صدیقی کے اس طرز عمل کے بارے میں حضرت انسؓ کے علاوہ حضرت علیؓ سے بھی یہ روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ کے عہد میں ایک شرابی پر شراب نوشی کا جرم ثابت ہوگیا، تو حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ آپ اس کو سزا دیں، انہوں نے حضرت حسنؓ سے کہا، انہوں نے بھی گریز کیا، پھر ابن جعفرؓ سے کہا، ابن جعفرؓ نے سزا دینی شروع کی، اور حضرت علیؓ گنتے جارہے تھے، جب وہ چالیس کوڑے لگا چکے تو حضرت علیؓ نے کہا رک جاؤ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیقؓ نے چالیس کوڑے سزا دی، اور حضرت عمرؓ نے اسّی، یہ دونوں طرز عمل سنت یعنی قابل عمل ہے لیکن مجھے یہی چالیس ہی کی سزا پسند ہے، (مسلم)

چونکہ ان ہی دونوں روائتوں پر سارے استدلال کی بنیاد ہے، اس لئے ان پر قدرے تفصیل سے نظر ڈال لینی چاہیئے۔

پہلے حضرت انسؓ کی روایت کو لیجئے، ان کی مذکورہ روایت مذکورہ الفاظ کے ساتھ مسلم میں ہے، اور یہی روائت

دوسرے واسطے سے مسلم میں اور بخاری میں مذکور ہے جس کے الفاظ یہ ہیں

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ضرب فی الخمر بالجرید والنعال وجلد ابوبکر اربعین

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کی سزا کھجور کے کوڑے اور جوتے سے دی اور حضرت ابوبکرؓ نے چالیس کوڑے کی سزا دی،

یہی روایت ایک اور واسطے سے حضرت انس رضؓ سے مروی ہے، جس میں وجلد ابوبکر کے بجائے ثم جلد ابوبکر اربعین ہے حضرت عمر کے بارے میں ہے کہ فجلد عمر ثمانین پھر یہی روایت ایک اور واسطے سے مسلم میں ہے، جس میں ہے کہ

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یضرب فی الخمر بالجرید والنعال اربعین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات شراب کی سزا چالیس کوڑے اور جوتے دیا کرتے تھے۔

ان تمام روایات کو سامنے رکھا جائے تو ان سے حسب ذیل باتیں نکلتی ہیں۔

(۱) آپ نے عدد کی تعیین کے بغیر جوتے اور کوڑے یا چھڑی سے سزا دی اور آپ کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے نے چالیس کوڑے سزا دی اور ان کے بعد حضرت فاروق رضؓ نے اسی کوڑے سزا مقرر کی،

(۲) آپ نے دو چھڑیوں یا دو کوڑوں سے بیک وقت چالیس کے قریب سزا دی اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی یہی کیا، اور حضرت عمرؓ نے اسی کوڑے سزا دی،

(۳) آپ نے جوتے اور چھڑی دونوں سے چالیس ضرب لگائی، اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی یہی کیا۔

اگر ان تمام روایات کو خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل کے اختلاف پر محمول کیا جائے تو پھر اس پر کوئی خاص اعتراض پیدا نہیں ہوتا، کیونکہ قرآن جس بارے میں کوئی صریح حکم نہیں دیتا تھا یا مطلق حکم دیتا تھا۔ آپ اس میں انتظامی ضرورت اور مصلحت کے پیش نظر مختلف طرز عمل اختیار فرمایا کرتے تھے، لیکن اگر ان تمام روایات کو ایک ہی واقعہ یا حکم کی مختلف تعبیر سمجھا جائے تو پھر ان میں توافق پیدا کرنا سخت مشکل ہے۔ خاص طور پر ان کی پہلی روایت کا جس میں دو چھڑیوں سے بیک وقت مارنے کا ذکر ہے دوسری اور تیسری روایت کے ساتھ کوئی توافق نظر ہی نہیں آتا۔

پہلی روایت میں دو باتیں خاص طور پر قابل غور ہیں،

ایک یہ کہ اس میں حضرت انس رضؓ نے اربعین (چالیس) نہیں بلکہ نحو اربعین قریب چالیس کہا ہے (الیسا کیوں

ہے؟ دوسرے اس میں دو چھڑیوں سے بیک وقت مارنے کا ذکر ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

پہلی بات کا جواب اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی متعین سزا نہیں دی، اس لئے جس صحابی کو جو علم ہوا، یا انہوں نے جو اندازہ کیا، اس کے مطابق بیان کیا۔ اور چونکہ آپ نے مختلف مواقع پر جرم کی کمی و زیادتی کے پیش نظر مختلف سزائیں دیں اس لئے اس اختلاف احوال کا بیان حضرت انس رض نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

دوسری بات یعنی دو چھڑیوں سے مارنے کا مطلب بعض ائمہ حدیث نے یہ بیان کیا ہے کہ دونوں چھڑیوں یا دونوں کوڑوں سے الگ الگ چالیس ضربیں لگائیں یعنی ایک سے بیس، پھر دوسری سے بیس یا کم و بیش مگر اس روایت کا مطلب مراد لینے میں تکلف محسوس ہوتا ہے، اور یہ استدلال کی بنیاد بھی نہیں بن سکتی کیونکہ اس میں چالیس ضرب کا ذکر نہیں ہے، بلکہ قریب چالیس کا ذکر ہے تو پھر یہ کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے کہ چالیس ضرب سنت نبوی ہے۔

بظاہر اس کے دو مطلب سمجھ میں آتے ہیں ایک یہ کہ آپ نے خود سزا نہیں دی، بلکہ جیسا کہ آپ کا دستور تھا، حاضرین سے سزا دینے کے لئے فرماتے تھے، اس لئے ممکن ہے کہ اس وقت دو آدمی موجود رہے ہوں، اور آپ نے ان سے فرمایا ہو اور دونوں آدمیوں نے دو چھڑیوں سے مارا ہو اور اسی سزا دلوانے کو حضرت انس رض نے اس طرح بیان کیا ہو کہ آپ نے دو چھڑی سے سزا دی۔

دوسرا اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ آپ نے خود یا جن صاحب کو حکم دیا ہو، انھوں نے دو چھڑیوں یا دو کوڑوں کو ملا کر سزا دی ہو تاکہ ضرب میں شدت پیدا ہو جائے، غرض دونوں صورتوں میں دو چھڑیوں سے چالیس کے قریب چوٹیں لگانے کے معنی یہ ہیں کہ اسی کے قریب چوٹیں لگائی گئیں (جوہر النقی)

اب حضرت علی رض کی روایت پر غور فرمائیے، مذکورہ روایت میں تو یہ فرماتے ہیں کہ چالیس اور اسی دونوں سزائیں سنت ہیں مگر مجھے چالیس کی سزا زیادہ پسند ہے، یہ روایت بھی مسلم کی ہے، مگر مسلم نے دوسرے واسطے سے اور امام بخاری اور تمام ائمہ حدیث نے متعدد واسطوں سے ان سے یہ نقل کیا ہے کہ میں اگر کسی مجرم کو سزا دوں اور وہ مر جائے تو مجھے کوئی افسوس نہیں ہوگا لیکن اگر کسی شرابی کو سزا دوں اور وہ مر جائے تو میں اس کا خون بہا ادا کروں گا، کیونکہ

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی سزا اس کے

اسے لیسیعہ۔ لئے مقرر نہیں فرمائی ہے،

ان کا مقصد یہ تھا کہ اگر آپ نے حد خمر کی کوئی تعداد مقرر کر دی ہوتی جیسا کہ دوسرے جرموں میں کیا ہے تو پھر میں ہر شرابی کو اتنی ہی سزا دیتا خواہ وہ مرتا یا جیتا، اپنے اوپر اس کی کوئی ذمہ داری محسوس نہیں کرتا، کیونکہ آپ کی تعیین وحی خفی کے ذریعہ ہوتی، مگر چونکہ اس میں آپ کا طرزِ عمل مختلف رہا ہے، اس لئے اپنے اجتہاد سے کسی شرابی کی سزا مقرر کی گئی اور ممکن ہے کہ وہ اس سے کم سزا کا مستحق ہو تو پھر جانے کی صورت میں قتل خطا کا ارتکاب ہوا، اس لئے احتیاطاً چالیس ہی کوڑے سزا دینا پسند کرتا ہوں،

اوپر والی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے چالیس کو زیادہ پسند کیا ہے مگر دوسری روایات کی روشنی میں آپکا طرزِ عمل ملاحظہ ہو،

قریب قریب تمام محدثین نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضؓ کے پاس رمضان کے مہینے میں نجاشی شاعر شراب کی حالت میں لایا گیا، آپ نے اس کو اسّی کوڑے سزا دی اور قید بھی کر دیا، دوسرے دن پھر وہ سامنے لایا گیا تو آپ نے پھر دوبارہ بیس کوڑے لگائے، اور لگا کر فرمایا کہ یہ بیس کوڑے اس جرأت و بے باکی کی سزا ہے جو تو نے رمضان میں اختیار کی ہے[1]،

یہ بھی تمام محدثین لکھتے ہیں کہ حضرت عمر رضؓ نے جب اس سلسلہ میں سزا مقرر کرنے کے لئے ممتاز صحابہ کرام سے مشورہ کیا، تو حضرت علی رضؓ اور عبدالرحمٰن بن عوف نے سب سے پہلے اس کا مشورہ دیا کہ اسّی کوڑے مقرر کی جائے[2]،

دار قطنی میں ایک روایت حضرت علی رضؓ سے ہے، جس میں انھوں نے صراحۃً فرمایا ہے،

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلد فی الخمر ثمانین (کنز العمال[3] ج ۳ ص ۱۰۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسّی کوڑے بھی سزا دی ہے،

امام طحاوی نے حضرت علی رضؓ کی ان ہی روایات و طرزِ عمل کی وجہ سے یہ لکھا ہے کہ حضرت علی رضؓ کی اس روایت کو کیسے قبول کیا جا سکتا ہے، جس میں چالیس کی پسندیدگی کا ذکر ہے، کیونکہ وہ ایک روایت ہے، اور اس کے مقابلہ میں ان کا طرزِ عمل حضرت عمر رضؓ کو ان کا مشورہ دینا، پھر ان کا یہ ارشاد کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] شرح معانی الآثار جلد ۲ ص ۸۸۔ [2] فتح الباری، دار قطنی وغیرہ، [3] یہی روایت ان ہی الفاظ کے ساتھ حضرت حسن بصری سے بھی مروی ہے، کنز العمال۔

نے حدِ خمر کی سزا اسّی بھی دی ہے، ظاہر ہے کہ ایک روایت کے مقابلہ میں اتنی روایتوں کو ترجیح دینی ہو گی۔

حضرت علیؓ کی پہلی روایت کو صحیح تسلیم کر لیا جائے جب بھی یہ بات تو بہر حال نہیں ثابت ہوتی کہ سنت نبوی چالیس ہی ضرب ہے، بلکہ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ دونوں طرزِ عمل سنت کے مطابق ہے۔ کل سنۃ یعنی حضرت عمرؓ کے طرزِ عمل کو انہوں نے سنت کے خلاف قرار نہیں دیا، بلکہ فرمایا کہ سنت تو دونوں فعل ہیں مگر مجھے یہ سزا پسند ہے۔

ظاہر ہے کہ ان کی یہ پسندیدگی احتیاط کی بنا پر تھی جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے، کہ وہ اس کے بارے میں بہت خائف رہتے تھے، اور پھر یہ بھی ممکن ہے کہ وہ مجرم بہت کمزور رہا ہو اور اس کو سامنے رکھ کر یہ بات فرمائی ہو کہ مجھے چالیس ہی کوڑوں کی سزا دینا زیادہ پسندیدہ ہے، کیونکہ زیادہ سزا دینے میں اس کی موت کا خطرہ ہے، مگر یہ تو نہیں ہو سکتا کہ وہ چالیس ہی کوڑے کی سزا کو سنت نبوی سمجھتے ہوں، اور پھر حضرت عمرؓ کے طرزِ عمل کو بھی سنت قرار دیں، بعض لوگوں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ سنت سے یہاں مراد سنۃ الخلفاء الراشدین ہے، مگر یہ بات اس لئے صحیح نہیں ہے کہ حضرت علیؓ نے دونوں سنتوں کو برابر سنت کہا ہے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ سنت خلفاء کو سنت نبوی کے برابر درجہ عطا کرتے، جبکہ سنت نبوی ہی کی موجودگی میں وہ حضرت عمرؓ سے کتنے مسائل میں اختلاف کر چکے تھے،

غرض یہ کہ حضرت علیؓ کے اسی ارشاد کو جس میں چالیس چوٹوں کا ذکر ہے، صرف سنت نبوی تسلیم کر لیا جائے تو پھر ان کے اس طرزِ عمل کو اور ان کی روایات کی توجیہ نہیں بن سکتی جس میں اسّی کا ذکر ہے، اور اگر اسّی والی روایت کو تسلیم کر لیا جائے تو دونوں کا موقع محل متعین ہو جاتا ہے، یعنی جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم مجرم کے جرم کی نوعیت کے پیشِ نظر مختلف سزائیں تجویز فرماتے، اسی طرح خلفائے راشدین بھی عمل درآمد فرماتے تھے،

ان تمام تفصیلات کا خلاصہ یہ ہوا کہ چونکہ حدِ خمر میں ضرورت و مصلحت کے تحت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع پر مختلف طرزِ عمل اختیار فرمایا، اس لئے آپ کے بعد اس سزا کی تعیین اور اندازے میں صحابۂ کرام کی چار رائیں ہو گئیں۔

(۱) ایک یہ کہ آپ نے نہ تو خود کوئی متعین سزا دی اور نہ متعین سزا دینے کا حکم فرمایا، آپ کے سامنے

جب کوئی شرابی پیش کیا جاتا تھا، تو جو لوگ وہاں اس وقت موجود رہتے تھے، ان سے فرماتے تھے کہ اس کو مارو، جس کو جو چیز ملتی تھی وہ اس سے مارنے لگتا تھا، پہلے سے نہ تو ضرب مقرر کر کے سزا دی جاتی تھی اور نہ بعد میں اس کا کوئی شمار ہوتا تھا۔

(۲) دوسری رائے یہ ہے کہ آپ نے کبھی چالیس سے کم، کبھی چالیس اور کبھی اسّی کوڑے کی سزا دی،

(۳) تیسری رائے یہ ہے کہ آپ نے دو چھڑی سے چالیس کے قریب سزا دلوائی،

(۴) چوتھی رائے یہ ہے کہ آپ نے چالیس ہی کوڑے کی سزا دی اور دلوائی،

پہلی اور دوسری رائے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت سائبؓ بن یزید کی ہے جن روایتوں میں یہ ذکر ہے کہ آپ نے سزا دینے کا حکم دیا ان میں سے کسی میں یہ ذکر نہیں ہے کہ آپ نے یہ فرمایا ہو کہ چالیس یا چالیس سے کم کوڑے یا جوتے لگاؤ، بلکہ ان میں صرف اتنا ذکر ہے کہ آپ نے حاضرین سے سزا دینے کیلئے کہا، اور انھوں نے سزا دے دی، اور جن روایتوں میں ذکر ہے کہ آپ نے خود سزا دی، اس میں کسی میں چالیس سے کم کسی میں چالیس اور کسی میں اسّی کوڑوں کا ذکر ہے، اسّی کی تائید مذکورہ بالا صحابہ کرام کے علاوہ حضرت زبیرؓ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف وغیرہ بھی کرتے ہیں، تمام ممتاز صحابہ کی تائید ہی کی بنا پر اسّی کوڑے کی سزا کو تمام آئمہ، تابعین اور تبع تابعین ضروری قرار دیتے ہیں، امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل تو صراحۃً اس کے قائل ہیں، اور امام شافعی رح کی ایک روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے[1]،

---

[1] حضرت امام شافعی رح کا صحیح موقف اس مسئلے میں یہ ہے، کہ شرابی کی سزا بطور حد چالیس عدد ہیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صدیق اکبرؓ اور بعض اوقات فاروق اعظمؓ و علی مرتضیٰؓ سے مروی ہے، اور اسّی کی گنتی بطور تعزیر ہوگی، جب اس کی ضرورت سمجھی جائے، ان کے نزدیک فاروق اعظمؓ اور علی مرتضیٰؓ کا عمل اسی پر محمول ہے، امام شافعی رح کے اس موقف کی روشنی میں دیکھا جائے تو فاضل مقالہ نگار کی پیش کردہ سب ہی روایات مرفوعہ موقوفہ میں بہ آسانی تطبیق ہو جاتی ہے اور امام طحاوی وغیرہ کی متکلفانہ کاوشوں کی ضرورت نہیں رہتی امام ابن تیمیہ نے اسی مسلک کو پسند کیا ہے (السیاسۃ الشرعیہ ص ۵۰)

رہا حضرت علیؓ کا فرمان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یسنہ تو امام بیہقی نے اسے زیادۃ علی الاربعین پر محمول کر کے اشکال رفع کر دیا ہے (سنن کبریٰ ص ۳۲۲ ج ۸) اس کی تائید ا باقی ص ۲۹

تیسری رائے کے مؤید حضرت انس رضؓ ہیں، اوپر ذکر آچکا ہے کہ یہ روایت ان سے تین واسطوں سے مروی ہے، اور تینوں میں توافق نہیں ہے، بلکہ ان کی روایتوں میں توافق پیدا کرنے کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو سزا کی کوئی تعیین نہ کی جائے، یا پھر اسکو اسّی کے قریب مانا جائے۔

چوتھی روایت کے مؤید حضرت ابوبکر رضؓ حضرت علی رضؓ اور حضرت انس رضؓ تینوں حضرات ہیں حضرت انس رضؓ کی طرح حضرت علی رضؓ کی اس روایت کو بھی اگر تسلیم کر لیا جائے تو اس میں اور ان کی دوسری روایتوں اور ان کے طرزِ عمل میں اختلاف نظر آتا ہے، اس لئے ان کی اس روایت کو بھی اختلاف محل ہی پر محمول کرنا ضروری ہے

اوپر اسوۂ نبوی کی جو تفصیل کی گئی ہے، اس کی روشنی میں حضرت صدیق رضؓ اور عمر رضؓ کے فیصلوں پر ایک نظر ڈال لیجئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت صدیق رضؓ کے سامنے ایک شرابی لایا گیا تو آپ نے فوراً سزا نہیں دی، بلکہ آپ نے ان لوگوں میں سے ایک صاحب کو بلایا جنہوں نے غزوۂ حنین کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک شرابی کو سزا دی تھی، اور ان سے سزا کی تعداد دریافت کی، تو انہوں نے چالیس کا اندازہ بتایا، آپ نے ان ہی کے اندازے کے مطابق سزا دی (بیہقی)

اس روایت کا یہ لفظ خاص طور پر قابلِ ذکر ہے، "فقومہ اربعین" چالیس کا اندازہ کیا پھر اس سے بھی زیادہ واضح روایت حضرت عبداللہ بن عباس کی ہے، فرماتے ہیں،

> عہدِ نبوی میں شراب پینے والوں کو ہاتھوں، جوتوں اور ڈنڈوں سے مارا جاتا تھا۔ مگر عہدِ صدیقی میں جب شراب نوشی کچھ زیادہ ہوئی تو آپ نے فرمایا اگر شراب نوشی کی کوئی سزا متعین کر دی جاتی تو بہتر تھا، چنانچہ انھوں نے لوگوں سے دریافت کر کے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جتنی سزا دی جاتی تھی اس سے قریب تر تعداد کیا ہو سکتی ہے، چنانچہ آپ نے قریب تر اندازہ کے مطابق چالیس کی سزا

(بقیہ صفحہ ۲۵) حضرت علی رضؓ کے عمل سے ہی ہوتی ہے جیسے فاضل موصوف نے خود ذکر کیا ہے، لیکن اسّی کو تعزیر قرار دینا سنت نبوی کو بدلنا نہیں، بلکہ اس کی بنیاد بعض حدود قرآنیہ کے علاوہ اسی مسئلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض اشارے بھی تھے جسے فاضل مقالہ نگار نے ذکر بھی کر دیا ہے ـــ یہ چند سطور مزید وضاحت کے لئے حوالۂ قلم کی گئی ہیں (رحیق)

مقرر کی، آپ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ بھی ابتدائے خلافت میں اسی کے مطابق سزا دیتے رہے، مگر ایک بار ایک مہاجر صحابی نے اتفاق سے شراب پی لی آپ نے ان کو سزا دینے کا حکم دیا، انہوں نے کہا اب مجھے سزا کیسے دے سکتے ہیں جبکہ کتاب اللہ نے مجھے سزا سے بری کر دیا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کون سی کتاب اللہ ہے جس میں یہ ہے کہ میں تم کو سزا نہ دوں، بولے اسی قرآن مجید میں ہے کہ لیس علی الذین آمنوا وعملوا الصّٰلحٰت جناح فیما طعموا اذا ما اتقوا (جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیا انہوں نے جو کچھ بھی کھا پی لیا اس میں گناہ نہیں ہے، جبکہ وہ ڈرتے ہیں) میں غزوہ بدر، غزوہ احد اور تمام جنگوں میں شریک ہو چکا ہوں، اس لئے آپ مجھے سزا نہیں دے سکتے، حضرت عمرؓ نے ابن عباسؓ سے اس کا جواب دینے کے لئے کہا، ابن عباسؓ نے فرمایا کہ یہ آیت ان لوگوں کے لئے نازل ہوئی تھی جو شراب کی حرمت سے پہلے انتقال کر چکے تھے، ان کے لئے کہا گیا ہے کہ ایمان و عمل صالح اور خوف خدا کے ساتھ اگر انہوں نے اسے استعمال کر لیا تو ان کی گرفت نہیں ہوگی، کیونکہ اس کی حرمت نازل نہیں ہوئی تھی، مگر شراب کی حرمت کے بعد جو لوگ شراب پئیں گے ان کے لئے یہ آیت اس حیلے دلیل نہیں بن سکتی کہ اس آیت سے ذرا ہی پہلے قرآن نے کہہ دیا ہے کہ انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ۔ (شراب نوشی، جوا، بت اور جوئے کے تیر سب شیطان کے کام ہیں ان سے بچو، اب اگر کوئی شخص ایمان و عمل صالح کا دعوی کرتا ہے تو وہ اس کی حرمت پر بھی اس کا عمل ہونا چاہیئے) چنانچہ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے ممتاز صحابہ سے مشورہ لیا تو حضرت علیؓ اور عبدالرحمٰن بن عوف نے یہ مشورہ دیا کہ اسی کوڑے کی سزا دی جائے، اور اسی پر سب نے اکتفا کر لیا (بیہقی جلد ۸ ص ۳۲۱)

شراب نوشی کا ایک ہی واقعہ پیش نہیں آیا، بلکہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں یہ وبا پوری مملکت میں بڑی تیزی سے پھیل رہی تھی، چنانچہ حضرت خالدؓ جو عراق و شام کی مہم پر تھے، وبرہ بن الکلبی یا صلتی کے ذریعہ حضرت فاروقؓ کے یہاں یہ پیغام بھیجا کہ

ان الناس انبسطوا فی الخمر و تحاقروا العقوبة فیما تری۔	لوگوں میں شراب نوشی عام ہو رہی ہے اور اس کی سزا کو بہت ہی معمولی اور بے حقیقت سمجھنے لگے ہیں، تو آپ کی کیا رائے ہے،

یہ قاصد جس وقت پہنچا تو حضرت عمرؓ اس وقت مسجد میں موجود تھے، اور ان کے پاس حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف وغیرہ بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے ان تمام لوگوں سے اس بارے میں دریافت کیا کہ کیا کیا جائے، تو حضرت علیؓ اور ایک روائیت میں ہے کہ حضرت ابن عوف نے کہا کہ جب شراب نوشی کی کثرت ہو جاتی ہے تو بیہودہ گوئی بڑھتی ہے، اور بیہودہ گوئی بڑھتی ہے تو پھر افترا پردازی بھی شروع ہو جاتی ہے، اور قرآن میں افترا پردازی کی سزا اسّی کوڑے ہے، اس لئے یہی سزا مقرر کی جانی چاہیئے، چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسی سزا کے نفاذ کا عام حکم دیدیا، بخاری میں ہے کہ

اذا عتوا و فسقوا فیه جلد ثمانین	جب لوگ شراب نوشی میں زیادہ زیادتی کرنے لگے اور حد سے تجاوز کر گئے تو ان کو اسّی کوڑے سزا دی گئی،

ان تفصیلات سے حسب ذیل باتیں واضح طور پر معلوم ہوتی ہیں،

(۱) سب سے پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ شراب کی حرمت کے بعد سے عرب میں شراب نوشی کی عادت بہت ہی گھٹ گئی، چنانچہ چار پانچ برس کی مدت میں مشکل سے شراب نوشی کے دو چار واقعے پیش آئے شراب نوشی کے جرم میں جو لوگ ماخوذ ہوتے تھے ان کو آپ حسب ضرورت کم وبیش سزا دیتے تھے، آپ کے زمانہ میں شراب نوشی کی سزا کی تعیین کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوا تھا، مگر حضرت صدیقؓ کے زمانہ میں جب بہت سے نئے نئے عربی و عجمی علاقے فتح ہوئے تو شراب نوشی کے واقعے پہلے کے مقابلہ میں بہت زیادہ بڑھ گئے، اس لئے حضرت صدیقؓ کو خیال پیدا ہوا کہ اس کے لئے کوئی سزا کیوں نہ معین کر دی جائے، چنانچہ آپ نے اس سلسلہ میں سنت نبوی معلوم کرنے کی کوشش کی مگر تعیین سزا کا کوئی واضح حکم نہ مل سکا، اس لئے آپ کو جو سزا سنت نبوی کے قریب تر نظر آئی، وہ آپ نے مقرر کی، یعنی چالیس کوڑے،

(۲) اسی بات سے دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر عہد نبوی میں شرابیوں کو چالیس ہی کوڑوں یا چھڑیوں

کی سزا دی جاتی رہی تو پھر آپ کو اس کی تلاش کی ضرورت نہ ہوتی اور نہ آپ ایک یا چند اشخاص کے اندازے پر عمل درآمد فرماتے، تمام روایتوں میں یہ جملہ آیا ہے، جو قابلِ غور ہے،

فتوخی نحواً مما کانوا یضربون فی عھد رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم — تو آپ نے اس سزا کا قریب تر اندازہ معلوم کرنے کی کوشش کی جو عہدِ نبوی میں لوگ شرابیوں کو دیتے تھے،

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ چالیس ہی ضرب کو آپ نے متعین سزا نہیں سمجھا، بلکہ اس کو قریب تر سمجھا اور غالباً آپ کے زمانہ میں اس سے زیادہ سزا دینے کی ضرورت بھی نہیں تھی، کیونکہ شراب نوشی نے ابھی وبا کی صورت اختیار نہیں کی تھی،

(۳) پھر کسی روایت میں یہ بھی ذکر نہیں ہے کہ آپ نے اس سلسلہ میں تمام ممتاز صحابہ سے مشورہ کیا ہو بلکہ زیادہ تر روایتوں میں یہ آتا ہے کہ آپ نے ایک یا چند اشخاص سے جو غزوہ حنین کی سزا میں شریک تھے. ان سے دریافت کیا، اور ان ہی کے بتائے ہوئے اندازہ کی روشنی میں آپ نے یہ فیصلہ کیا اور اس سے زیادہ تحقیق کی ضرورت اس وقت تھی بھی نہیں،

(۴) حضرت عمرؓ کے ابتدائی زمانہ میں بھی چالیس ہی کوڑے مارے جاتے تھے، مگر جب عراق، روم، اور ایران کے مزید علاقے فتح ہوئے تو شراب نوشی کے واقعات نے ایک وبا کی صورت اختیار کر لی، اس کی روک تھام کے لئے حضرت عمرؓ نے تمام ممتاز صحابہ سے مشورہ کیا، سنت نبوی کی روشنی میں سب نے متفقہ طور پر عادی اور جری شرابیوں کو چالیس کی بجائے اسّی کوڑے سزا مقرر کرنے کا مشورہ دیا، گویا ان کے نزدیک اس سنت نبوی پر عمل درآمد کا موقع یہی تھا جس میں اسّی کوڑوں کی سزا کا دلالۃً یا صراحۃً ذکر ہے،

غرض اسّی کوڑے کی سزا کو ترجیح دینے کا سبب ان کے نزدیک ایک طرف تو وہ ارشادِ نبوی تھا، جس میں آپ نے عادی شرابیوں کو قتل کر دینے تک کی دھمکی دی ہے، دوسری طرف صحابہ کرام کا وہ اندازہ تھا جو انہوں نے آپ کے طرزِ عمل کے بارے میں اختیار فرمایا تھا، یعنی بہ سے ۸۰ تک، تیسری طرف اس کی ترجیح کے لئے ایک قرآنی دلیل بھی تھی، وہ یہ کہ قرآن نے حدِ قذف کے مجرموں کو اسّی کوڑے کی سزا مقرر کی ہے، اور یہ قرآن کی سب سے ہلکی سزا ہے، شراب نوشی کا نتیجہ بھی عموماً بے ہودہ گوئی، اور دوسروں پر تہمت اور اتہام تراشی ہی ہوتا ہے، جیسا کہ واقعات شاہد تھے، اسی لئے اس کے لئے بھی وہی سزا مقرر ہونی چاہیئے تھی،

حضرت عمرؓ نے ان وجوہ کی بنا پر اس سزا کو نافذ تو کیا، مگر اس کے نفاذ کے ساتھ چالیس کی سزا کو منسوخ قرار نہیں دیا، کیونکہ بہر حال عہد نبویؐ کی سزا کے بارے میں بعض صحابہ کا اندازہ چالیس بھی تھا، اور حضرت صدیقؓ کے عہد میں اس پر عمل بھی ہو چکا تھا، بلکہ انہوں نے یہ کیا کہ اگر کوئی اتفاقی طور پر شراب پی لیتا تھا تو اس کو چالیس ہی کوڑے لگا کر چھوڑ دیتے تھے، لیکن جو لوگ اس کے رسیا ہو گئے تھے یا بہت زیادہ چڑھا لیتے تھے، اور جس کے نتیجہ میں قرآن کے ساتھ تمسخر تک کرنے لگتے تھے، ان کو آپ انثی کوڑے کی سزا دیتے تھے، حافظ ابن قیم نے لکھا ہے

كان عمر اذا اتى بالرجل القوى	حضرت عمرؓ کے پاس جب کوئی ایسا شرابی لایا جاتا
المنتهك فى الشراب ضربه	جو تندرست، جری اور شراب میں بالکل ڈوبا ہوا تو
ثمانين واذا اتى بالرجل الذى	تو اس کو آپ انثی کوڑے کی سزا دلواتے اور جب
كان منه الذلة الضعيف ضربه	کوئی بے چارہ اور کمزور قسم کا ہوتا تو اس کو چالیس
اربعين (اعلام الموقعين ج ۱ ص ۲۵۵)	کوڑے لگواتے،

یعنی جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طرز عمل سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ضرورت و مصلحت کے تحت کم و بیش سزا تجویز فرماتے تھے، اسی طرح حضرت فاروق رضؓ نے بھی کیا، البتہ ۴۰ اور ۸۰ کے درمیان اس سزا کو اس لئے محدود کر دیا کہ عہد نبوی کی سزا کے بارے میں عام صحابہ کا کم سے کم اندازہ ۴۰ اور زیادہ سے زیادہ ۸۰ ہی تھا، اور پھر ۸۰ کوڑے کی سزا کی تائید اشارۃً قرآن سے بھی ہوتی تھی، ورنہ اگر صراحۃً سنت نبوی سے کوئی ایک ہی متعین سزا ثابت ہوتی تو ہر معاملہ کی طرح اس معاملہ میں بھی صحابۂ کرام یا حضرت عمرؓ اپنی رائے اور اپنی طبیعت سے کوئی دوسری سزا کبھی بھی مقرر نہ فرماتے، امام مازری نے بالکل صحیح لکھا ہے،

لو فهم الصحابة ان النبى صلى الله	اگر صحابۂ کرام یہ سمجھتے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
عليه وسلم حد فى الخمر حداً	نے شراب نوشی کی کوئی متعین سزا مقرر کی ہے تو
معينا لما قالوا فيه بالراى كما لم	وہ اپنی رائے سے کبھی بھی کوئی دوسری سزا نہ دیتے
يقولوا بالراى فى غيره فلعلهم	اور نہ اس میں قیل و قال کرتے، مگر انھوں نے
فهموا انه ضربه فيه باجتهاده	آپ کے اسوہ سے یہ سمجھا تھا کہ آپ مجرم کے حالات

(باقی ص ۴۲ پر)